اسد محمد خان کے افسانے "باسودے کی مریم "کا تجزیاتی مطالعہ

شہاب الدین: پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، جامعہ اسلامیہ کالج پشاور
ڈاکٹر انور علی: اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جامعہ اسلامیہ کالج پشاور

ABSTRACT:

Asad Muhammad Khan is a distinguished name in the world of literature. His Short story 'Basauday ki Maryam' has garnered great applause in the literary circles. This short story is the main source of reference for his fame in the field of art. This short story 'Basauday ki Maryam' is a magnum opus of the writer, which has earned him everlasting fame and distinction. Ahmad Nadim Qasmi has said that if the short story vanished away, still this story 'Basauday ki Maryam' will live for ever. Dr. Anwar Ahmad has termed this story as a pleasant wave in the field of eulogizing literature of urdu language and Mubeen Mirza has termed it a symbol of Indian Islamic Culture. Maryam who is a poor and uneducated Mevati woman, but her heart is set on fire by the love of Holy Prophet (S.A.W.W) and she has only one aim in her life to go to Makkah and Madina to pay her tribute to the Holy Prophet (S.A.W.W).

کلیدی الفاظ: (باسودے کی مریم، کھڑکی بھر آسمان، کھواجہ، گنج باسودہ، ممدو، ججور کا سہر، چراغ رخ زیبا، جناور، مئی دادا، معصوم روح)

اسد محمد خان کا افسانہ 'باسودے کی مریم' ان کے پہلے افسانوی مجموعے "کھڑکی بھر آسمان" میں شامل ہے۔ یہ افسانہ ایک ایسی ان پڑھ عورت کی کہانی ہے جو عشقِ رسولؐ میں سرتاپا ڈوب چکی ہے اور حضورؐ سے محبت اس کی وسعتِ قلب کا سبب بنتی ہے۔ مریم اسد محمد خان کے گھر کی ملازمہ ہے مگر اس کو گھر کے فرد کی حیثیت حاصل ہے۔ کہانی کے آغاز ہی میں قاری کو پتا چلتا ہے کہ مریم حضورؐ سے بے پناہ محبت کرتی ہے:

> "مریم کے خیال میں ساری دنیا میں بس تین شہر تھے۔ مکہ، مدینہ اور گنج باسودہ۔ مگر یہ تین تو ہمارا آپ کا حساب، مریم کے حساب سے مکہ، مدینہ ایک ہی شہر تھا۔ 'اپنے ججور کا سہر' مکے مدینے سریپ میں ان کے ججور تھے اور گنج باسودے میں ان کا ممدو۔"(۱)

مریم کی زندگی کی ایک ہی خواہش تھی کہ وہ حج ادا کریں اور اپنے حضورؐ کے روضہ مبارک پر حاضری دیں۔ اس کے لیے وہ ایک ایک پیسہ سنبھال کر رکھتی ہیں اور خوابوں خیالوں میں ہر وقت مدینے کی گلیوں میں گھومتی پھرتی ہے:

"مریم نے تیاریاں شروع کر دیں۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے گنگناتی رہتیں کہ کھواجہ پیا جرا کھولو کوڑیاں۔ ان پر مکے مدینے کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور ان کھڑکیوں سے نبیؐ جی کے مقدس پیراہن کی خوش بو چلی آ رہی تھی۔"(۲)

اس دوران اچانک گاؤں سے اس کا بڑا بیٹا خط لکھتا ہے کہ ممدو سخت بیمار ہے اور بچنے کی کوئی امید نہیں۔ سارے پیسے اس کے علاج معالجے پر خرچ ہو جاتے ہیں مگر بدقسمتی سے مریم کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے اور جتنے پیسے اس نے حج کے لیے جمع کیے تھے، سب اس پر خرچ ہو گئے۔ افسانہ نگار جب لکھتا ہے کہ جب وہ سکول سے گھر پہنچا تو پتا چلا کہ مریم صحن میں بیٹھی اپنے مرے ہوئے بیٹے کو کوس رہی ہیں:

"رے حرامی تیرا ستیاناس جائے اے ممدو! تیرے ٹھٹھری نکلے۔ اور اے بدجناور تیری کبر میں کیڑے پڑیں۔ میرے سبرے پیسے کھرچ کرا دے۔ اے ری دلھین! میں مکے مدینے کیسے جاؤں گی۔"(۳)

اس کے بعد صبر کر کے پھر سے مکے مدینے کے نام پر پیسے جمع کرنا شروع کرتی ہے اور ایک ایک پیسہ بچا کے رکھتی ہے مگر اس اثنا میں مریم کا بلاوا آ جاتا ہے۔ مریم مرتے وقت اسد محمد خان کی والدہ کو چپکے سے کچھ وصیت کرتی ہے مگر یہ کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کیا وصیت تھی۔ آخر کار جب افسانہ نگار کے والدین ۱۹۶۵ء میں فریضۂ حج ادا کر کے واپس آتے ہیں تو اماں حج کر کے بہت خوش ہوتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں:

"اللہ نے اپنے حبیبؐ کے صدقے میں حج کرا دیا۔ مدینے طیبہ کی زیارت کرا دی اور تمہاری انا بوا کی دوسری وصیت بھی پوری کرائی۔ عذاب ثواب جائے بڑی بی کے سر، میاں ہم نے تو ہرے بھرے گنبد کی طرف منھ کر کے کہہ دیا کہ یا رسول اللہؐ! باسودے والی مریم فوت ہو گئیں۔ مرتے وقت کہہ رہی تھی کہ نبیؐ جی سرکار! میں آتی ضرور مگر میرا ممدو بڑا حرامی نکلا۔"(۴)

مریم کا کردار اسد محمد خان کے بہترین کرداروں میں سے ایک ہے۔ یہ ایک جاندار اور حقیقی کردار ہے۔ اسد محمد خان کے کردار اپنے ماحول سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مریم کا کردار اگرچہ ایک ناخواندہ کردار ہے مگر نبیؐ سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ مبین مرزا اس کردار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"کیا مریم ہند اسلامی کلچر کی اس وقت کا استعارہ نہیں جو اپنے مرکز سے دور ہے۔ اس کے تاریخی و جغرافیائی فکر و فہم سے عاری ہے لیکن اس کے باوجود یہ قوت کھینچتی ہے اپنے مرکز ہی کی طرف۔"(۵)

افسانہ 'باسودے کی مریم' کا بیانیہ ہمہ موجود راوی کی زبان سے مرتب کیا گیا ہے مگر افسانے کے بیچ بیچ میں راوی متکلم کی زبان میں اپنے بچپن کے حالات و واقعات بیان کرنے لگتا ہے۔ افسانہ نگار نے مریم کی ظاہری شکل و صورت کا خاکہ کھینچنے کے ساتھ ساتھ ان کے باطن کا بھی وصف حال بیان کیا ہے۔ یہ کردار اپنے تمام تر جذبات و کیفیات کے ساتھ بالکل فطری دکھائی دیتا ہے:

"مریم کا دل بہت بڑا تھا اور کیوں نہ ہوتا اس میں ان کے حجور کا مکہ مدینہ آباد تھا اور سیکڑوں باسودے آباد تھے جن میں ہزاروں لاکھوں گل گھتنے ممدو اپنی گول مٹول مٹھیوں سے مریم کی دودھوں بھری ممتا پر دستک دیتے رہتے تھے۔"(۶)

مریم کے کردار سے صاف پتا چلتا ہے کہ وہ ناخواندہ تھی لیکن نبی کریمؐ کی محبت سے سرشار تھی اور افسانے کے بالکل آخر میں افسانہ نگار نے اس کی حضورؐ سے عشق کو جس طرح اماں کی وصیت کے ذریعے بتانے کی کوشش کی ہے، اس سے ہر قاری ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اپنی سگی اولاد کو کوسنا، خاص طور پر اس صورت میں جب کہ وہ فوت ہو چکا ہو، صرف سچا عاشق ہی کر سکتا ہے۔ اس ان پڑھ عورت کو صحیح تلفظ کے ساتھ کلمہ ادا کرنا بھی نہیں آتا مگر اس کا دل حضورؐ کی محبت سے لبریز ہے۔ گلزار جاوید کو انٹرویو دیتے وقت اسد محمد خان مریم کے بارے میں بتاتے ہیں:

"مریم بی نے، خدا انھیں اجر عظیم دے، میرے والد کو اور خود مجھے بھی ہاتھوں سے کام کرنے والوں کا احترام کرنا سکھایا، وہ ناخواندہ تھیں لیکن مجھے یاد ہے کہ بہت کم لفظ استعمال کرتے ہوئے اپنے محاورے میں حضورؐ کے ان دنوں کا ذکر کرتی تھیں جب آپؐ دائی حلیمہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ کسی نے ایک بار بتایا کہ آپؐ اپنے پاپوش تک خود مرمت کر لیتے تھے تو بڑھ کر اس کے ہاتھ چوم لیے، یعنی کہنے کو اب انھیں ایک اور خوبصورت بات مل گئی تھی۔"(۷)

افسانہ 'باسودے کی مریم' نثری ادب میں اسد محمد خان کا پہلا افسانہ ہے جو سب سے پہلے ۱۹۷۱ء میں 'فنون' لاہور میں شائع ہوا۔

اسد محمد خان کی پہلی تخلیق ہی اتنی زبردست اور ہر لحاظ سے اتنی مکمل تھی کہ احمد ندیم قاسمی جو اردو افسانے کے بہت بڑے نام ہیں، کو ان کا افسانہ پڑھ کر یہ کہنا پڑا کہ اگر اردو میں مختصر افسانہ بہ حیثیت صنف معدوم ہو جائے، تب بھی یہ افسانہ دائم زندہ رہے گا۔ اس افسانے کو مختلف یونیورسٹیوں میں بطور نصاب شامل کیا گیا ہے۔ اردو نقادوں نے اس افسانے کو دل کھول کر داد دی ہے۔

'باسودے کی مریم' کی کہانی میں ایک فطری بہاؤ ہے اور یہ بہاؤ دراصل اسد محمد خان کے تشکیلی عناصر کے امتزاج ہی کا نتیجہ ہے اور اسی امتزاج سے وہ ایک متحرک بیانیہ لکھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس کہانی میں زبان بھی ایک کردار ادا کرتی دکھائی دیتی ہے۔

اسد محمد خان اس افسانے میں جس ملائمت اور نرمی سے کہانی کا آغاز اٹھاتے ہیں اس کا اختتام بھی ویسے ہی سبک اور دھیرج سے کرتے ہیں۔ کہانی کا مرکزی کردار 'مریم' کو اسد محمد خان نے اپنے زور قلم سے شہکار بنا دیا۔ اسد نے ان پشتینی ملازم کو، ان بے شناخت ملازمین کو جس جذباتی اور متاثر کن انداز میں افسانوں میں پیش کیا ہے، اس سے یہ وفادار اور پُر خلوص ملازم زندہ جاوید ہو گئے اور اسد محمد خان نے ان کو خراج عقیدت پیش کر کے ان کا مرتبہ افراد خاندان تک لے گئے۔

باسودے کی مریم جب اپنے چھوٹے سے گاؤں گنج باسودے سے آتی ہے تو یہ غریب میواتن حویلی کے بچوں کی دائی کی حیثیت سے یہاں ملازمت اختیار کرتی ہے لیکن یہاں ایک ملازم کی طرح نہیں بلکہ خاندان کے ایک بزرگ فرد کی طرح سب کے دل میں جگہ بنا لیتی ہے۔ یہاں تک کہ جب اسد کے والد پہلی تنخواہ لے کر آتے ہیں تو مریم کی ہتھیلی پر رکھ کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ مریم ان کے نزدیک ایک محترم ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔

مریم بھی اس خاندان کے سارے افراد کو دل و جان سے چاہتی ہے اور جب کبھی بھی اس خاندان کو ان کی ضرورت پڑتی ہے، یہ ایک بزرگ اور مشفق خاتون کا کردار ادا کرتی ہے۔ مگر مریم کی ان تمام وفاداریوں پر ان کی شخصیت کا وہ رخ سب سے غالب ہے جو افسانہ نگار اصل میں قاری کو بتانا چاہتے ہیں یعنی حب رسولؐ۔ مریم کو اپنے جوان بیٹے کی موت کا اس لیے صدمہ ہے اور وہ غمگیں ہے کہ اس کے وہ سب پیسے خرچ کر دیے جو اس نے مکہ مدینہ جانے کے لیے جوڑ کر رکھے تھے اور سرکار کے روضہ کی زیارت کو نہ جا سکی کیونکہ اس کے ممدو 'حرامی کے جنے' کے

علاج و معالجے پر اس کے سارے پیسے خرچ ہو گئے تھے۔ ایسے ہی لوگ جنتی ہیں جو مرتے مرتے بھی سرکارؐ کے نام پیغام چھوڑ جاتے ہیں کہ کن مجبوریوں کے تحت وہ روضہ مبارک پر حاضری نہ دے سکی۔

اسد محمد خان نے ویسے تو اپنے افسانوں میں لازوال اور بھی کردار تخلیق کیے ہیں مگر باسودے کی مریم اور مئی دادا جیسے کردار ان کی شناخت بن چکے ہیں اور ادبی حلقوں میں ان کے افسانوں کے یہ زبردست کردار بہت زیادہ مقبول ہوئے ہیں اور تمام نقادوں نے ان کی تعریف کی ہے۔ ڈاکٹر انوار احمد، اسد محمد خان کے انہی کرداروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اس میں شک نہیں کہ ایسے افسانوں میں جاگیرداری پس منظر کے حامل کنبے کے افراد کو اور زیادہ عظیم المرتبت بنایا گیا ہے اور متکلم کے لیے بھی فخر کا یہ حوالہ موجود ہے کہ اس کی تربیت میں عظیم قدروں اور رویوں کا دخل ہے۔ 'باسودے کی مریم' اور 'مئی دادا' غیر معمولی کردار ہوں گے، جنھیں یادگار بنانے میں اسد محمد خان کی کردار نگاری، فضا سازی اور مکالمہ طرازی کا گہرا دخل ہے۔ 'باسودے کی مریم' کو تو میں اردو کے نعتیہ ادب میں بے مثال اضافہ خیال کرتا ہوں۔"(۸)

اسد محمد خان نے مریم کے کردار کے اندرون میں جا کر اس موتی کو نکالنے کی کوشش کی ہے جو اس کا اصل وصف ہے۔ ایک جدید افسانہ نگار کی حیثیت سے افسانہ نگار نے اس کردار کے ظاہر و باطن کا مطالعہ گہرے فکری شعور سے کیا ہے۔

جہاں تک افسانے کو پیش کرنے کا تعلق ہے تو افسانہ نگار نے اپنے دوسرے افسانوں کی طرح نہ تو کوئی علامتی انداز اختیار کیا ہے اور نہ ہی کوئی تجدیدیت سے کام لیا ہے بلکہ 'باسودے کی مریم' کا بیانیہ سیدھا سادا ہے اور بقول گوپی چند نارنگ:

> "علامتی و تمثیلی طریقہ اظہار اختیار کرنے کے بجائے سیدھی سادی کہانیاں لکھیں کیونکہ علامتی یا تمثیلی کہانی ہی تو کل کہانی نہیں، سیدھی سادی کہانی کی گنجائش بہر حال ہمیشہ رہے گی کیونکہ یہ انسانی فطرت کے ایک بنیادی تقاضے کو پورا کرتی ہے۔"(۹)

'باسودے کی مریم' کی کہانی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اس کو علامتی یا تمثیلی انداز میں لکھنے کے بجائے سیدھے سادے بیانیہ پیرائے میں بیان کیا جائے۔

کہانی کہنے والے کی خوبی اس بات میں ہے کہ وہ کہانی کی بکھری ہوئی کڑیوں کے درمیانی فاصلے ختم کر کے ان کو یوں ملائے کہ سارے خدوخال ایک ترشے ہوئے واقعہ کی صورت میں ترتیب ہو جائیں۔ اسد محمد خان نے مذکورہ افسانے میں یہی انداز اختیار کیا ہے۔ حالانکہ افسانے میں واقعہ یا کردار کے ایک خاص پہلو کو سامنے لانا جس کی وجہ سے سارے کینوس کو منور کیا جا سکے کافی توجہ طلب کام ہے۔ مگر افسانہ نگار اس میں فنی چابکدستی سے رنگ بھرتا ہے اور مریم کا یہ پہلو منور ہو کر پورے کینوس کا احاطہ کرتا ہے کیونکہ بقول وزیر آغا:

"افسانے کا فن بنیادی طور پر کہانی کہنے کا فن ہے اور یہ کہانی ماحول اور اس کے کرداروں سے مرتب ہوتی ہے۔"(۱۰)

مریم جیسے کردار ہمارے معاشرے سے ناپید ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی وہ کردار ہیں جنھیں ہم خالص کہہ سکتے ہیں اور جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

ع: اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

مبین مرزا نے ایسے خالص کرداروں کو را میٹریل کہتے ہوئے لکھا ہے:

"یہ را میٹریل جسے زمانے کے سہاگے نے un purify نہیں کیا ہے، اور وہ اس کا بیٹا ممدو۔۔۔ مریم کی معصوم روح کے بطن سے پھوٹا ہوا انحراف کا بیج کو عذاب کی طرح مریم کی جان سے ایسے لگا ہوا ہے کہ مرتا ہے اور نہ مانجھا دیتا ہے۔"(۱۱)

آگے چل کر مبین مرزا 'باسودے کی مریم' پر تنقیدی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایسے افسانے تو انسان کے درون کو تغیر سے آشنا کرتے ہیں۔ اس کے اندر ایک نئے آدمی کو جنم دیتے ہیں۔ اس کی قلبِ ماہیت میں معاون ہوتے ہیں، ہاں، اندر کا تغیر ان امکانات کے بروئے کار آنے کا حوالہ ہے جو انسان کے نمو اور نئی صورت گری سے حیات و کائنات کی معنویت کا کوئی نیا پہلو سامنے لاتے ہیں۔ یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید کہ تغیر ایسے ہی کرداروں سے تو ہوتی ہے۔"(۱۲)

یہی وہ کائنات ہے جسے ہر نیا فن کار اسے نئے سرے سے تخلیق کرتا ہے اور اسد محمد خان جیسا فن کار مریم جیسے کردار تخلیق کرتا ہے جو اس کائنات کی نئی تفہیم اور از سرِ نو صورت پذیری میں کام آتے ہیں۔ اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "باسودے کی مریم" اردو کے بہترین افسانوں اور مریم کا کردار اردو کے شہ کار کرداروں میں شامل

کرنے کا قابل ہے۔ یہ ایک ایسا زندہ، تابندہ، متحرک اور عشق کی لگن سے سرشار کردار ہے کہ افسانہ پڑھنے کے بعد ذہن پر ایسا لازوال نقش چھوڑ جاتا ہے کہ ذہن سے اس کا محو ہو جانا محال ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسد محمد خان، باسودے کی مریم، مشمولہ: جو کہانیاں لکھیں، اکادمی بازیافت، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۴۴

۲۔ ایضاً، ص ۴۸

۳۔ ایضاً، ص ۴۹

۴۔ ایضاً، ص ۵۰

۵۔ مبین مرزا، نئی زمین نئے آسمان تراشتا ہوں، مشمولہ: جو کہانیاں لکھیں، ۲۰۰۶ء، ص ۱۸

۶۔ اسد محمد خان، باسودے کی مریم، محولہ بالا، ص ۴۵

۷۔ ایضاً، ص ۱۷

۸۔ ڈاکٹر انوار احمد، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص ۴۸۲

۹۔ گوپی چند نارنگ، اردو افسانہ روایت اور مسائل، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۸۷

۱۰۔ ڈاکٹر وزیر آغا، افسانے کا فن، مشمولہ: افسانے کے مباحث، مرتب: ایم اے فاروقی، اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص ۱۱

۱۱۔ مبین مرزا، نئی زمین نئے آسمان تراشتا ہوں، محولہ بالا، ص ۱۸

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۸